خطبہ نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

سوموار 11 اکتوبر 2021ء | 04 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 11 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:241

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

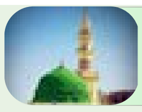

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت عائشہؓ کے بہت ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رب محمدؐ کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیمؑ کہہ کر بات کرتی ہو۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یا رسول اللہؐ! یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپؐ کا نام چھوڑتی ہوں۔

(خلاصہ از بخاری، کتاب النکاح باب غیرۃ النساء ووجدھن)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

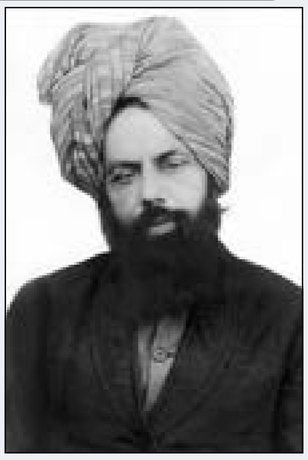

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمامِ نعمت ہے۔اس کا شکر یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔‘‘

ایک دفعہ ایک دوست کی دُرشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے، اور فرمایا:

’’ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔‘‘

حضور بہت دیر تک معاشرت نسواں کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

’’میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کَسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور دُرشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 307ایڈیشن 1988)

ارشادِ باری تعالیٰ

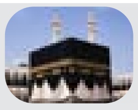

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۷﴾

(النساء:37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’بعض دفعہ گھروں میں میاں بیوی کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلخ کلامی ہوجاتی ہے، تلخی ہو جاتی ہے۔مرد کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ مضبوط اور طاقتور بنایا ہے اگر مرد خاموش ہوجائے تو شاید اسّی فیصد سے زائد جھگڑے وہیں ختم ہوجائیں۔صرف ذہن میں یہ رکھنے کی بات ہے کہ مَیں نے حسن سلوک کرنا ہے اور صبر سے کام لینا ہے۔ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس بارہ میں ہمیں کیا اسوہ دکھایا۔ روایت ہے کہ ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا، حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لئے آگے بڑھے کہ تو خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرتؐ یہ دیکھتے ہی باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچالیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو رسول کریمؐ حضرت عائشہؓ سے ازراہ مذاق فرمایا۔ دیکھا آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا؟۔تو دیکھیں یہ کیسا اعلیٰ نمونہ ہے کہ نہ صرف خاموش رہ کر جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کی بلکہ حضرت ابوبکرؓ جو حضرت عائشہؓ کے والد تھے ان کو بھی یہی کہا کہ عائشہ کو کچھ نہیں کہنا۔ اور پھر فوراً حضرت عائشہؓ سے مذاق کرکے وقتی بوجھل پن کو بھی دور فرما دیا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 23جنوری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- سرائے خام (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

دربارِ خلافت

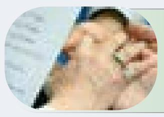

میرا اپنا زلزلہ میں دب کر بچ جانا نشان ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’بندہ 4/ اپریل 1905ء کے زلزلہ عظیم میں بھاگسو ضلع کانگڑہ بمقام ایر دھرم سالہ ایک مکان کے نیچے دب گیا اور بصد مشکل باہر نکالا گیا تھا۔ اُس موقع کے چشم دید گواہ بابو گلاب دین صاحب اوور سیئر پنشنر جو اُن ایام میں وہاں پر بطور سب ڈویژنل آفیسر تعینات تھے، آج سیالکوٹ میں زندہ موجود ہیں۔ اس واقعہ کے ایک دو ماہ قبل جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زلزلہ عظیم کی پیشگوئی شائع فرمائی تھی۔ (اُس سے چند ماہ پہلے اس زلزلہ کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی) کہتے ہیں۔ بندہ خود بھی قادیان دارالامان موجود تھا (جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے) اور حضور کے شائع فرمودہ اشتہارات ہمراہ لے کر دھرم سالہ چھاؤنی پہنچا اور وہ اشتہارات متعدد اشخاص کو تقسیم بھی کئے تھے۔ چونکہ بندہ وہاں بطور کلرک کام کرتا تھا اور عارضی ملازمت میں مجھے فرصت حاصل تھی۔ اس لئے بندہ وہاں وقتاً فوقتاً مرزا رحیم بیگ صاحب احمدی صحابی کو بھی ملنے جایا کرتا تھا۔ مرزا صاحب موصوف مغلیہ برادری کے ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اُن کے دوسرے بھائی احمدی نہ تھے۔ صرف اُن کی اپنی بیوی بچے اُن کے ساتھ احمدی ہوئے اور باقی تمام لوگ اُن کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ اور جو احمدی ہوئے یہ سب لوگ جو تھے وہ محفوظ رہے اور بعض اور احمدی بھی جو مختلف اطراف سے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ مختلف جگہوں سے آئے ہوئے وہاں رہتے تھے۔ یہ کہتے ہیں وہ بھی سب کے سب اس زلزلے کی تباہی میں بچ گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حالانکہ میرے خیال میں جو اموات کا اندازہ تھا نوّے فیصد جانوں کا نقصان تھا۔ اور ایسے شدید زلزلے میں ہم سب احمدیوں کا بچ جانا ایک عظیم الشان نشان تھا۔ اس کی تفصیل اگر پوری تشریح سے لکھوں تو یقیناً ہر طالبِ حق خدا تعالیٰ کی نصرت کو احمدیوں کے ساتھ دیکھے گا۔ (یعنی جو حق کو جاننا چاہتا ہے وہ اس زلزلے کے واقعات کو سن کر ہی یقیناً یہ محسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت احمدیوں کے ساتھ ہے۔) کہتے ہیں کہ کیونکہ میرے اہل و عیال بلکہ خانصاحب گلاب خان صاحب کے اہل و عیال اور مستری اللہ بخش صاحب سیالکوٹی اور اُن کے ہمراہ غلام محمد مستری اور دوسرے احمدی احباب کے اس زلزلے کی لپیٹ سے محفوظ رہنے کے متعلق جو قدرتی اسباب ظہور میں آئے اُن میں ایک ایک فرد کے متعلق جدا جدا نشان نظر آتا ہے۔ خصوصاً مستری الٰہی بخش صاحب کی وہاں سے ایک دن قبل اتفاقی روانگی اور ہمارے اہل و عیال کا کچھ عرصہ قبل وہاں سے وطن کی طرف مراجعت کرنا (واپس آنا) اور زلزلے سے پیشتر بعض احباب کا دوکان سے باہر نکل جانا اور زلزلے میں دَب کر عجیب و غریب اسباب سے باہر نکلنا، یعنی جو دب گئے وہ سب باتیں بھی بطور نشان تھیں۔ اور میرا ارادہ ہے کہ اُس پر تفصیل سے ایک مضمون لکھ کر ارسالِ خدمت کروں۔ (پتہ نہیں بعد میں انہوں نے لکھا کہ نہیں لیکن بہرحال کہتے ہیں) فی الحال مختصراً ان مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے (جب انہوں نے روایت درج کروائی ہے) جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کے سلسلے میں پیش آیا۔ کہتے ہیں اس زلزلے کے کچھ دن بعد جب خاکسار قادیان میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اُن ایام میں آم کے درختوں کے سائے میں مقبرہ بہشتی کے ملحقہ باغ میں خیمہ زن تھے۔ (خیمہ میں رہا کرتے تھے۔) جب بندہ نے حضور سے ملاقات کی تو حضور نے میرے متعلق کئی سوال کئے کہ آپ مکان کے نیچے دَب کر کس طرح زندہ نکل آئے۔ تو بندہ نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے مستری اللہ بخش صاحب احمدی کی چارپائی نے بچایا جو ایک بڑی دیوار کو اپنے اوپر اُٹھائے رکھے، (جس نے بڑی دیوار کو اپنے اوپر اُٹھائے رکھا) اور مجھے زیادہ بوجھ میں نہ دبنا پڑا۔ ایسے ہی حضور نے اور احمدیوں کے متعلق سوالات کئے اور بندہ نے سب دوستوں کے محفوظ رہنے کے متعلق شہادت دی۔ حالانکہ حضور اس سے قبل اشتہار میں شائع فرما چکے تھے کہ زلزلے میں ہماری جماعت کا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ حضور کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم ہو چکا تھا۔ ورنہ مجھ سے قبل دھرم سالے سے کوئی احمدی حضور کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ (دھرم سالے سے کوئی احمدی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں نہیں آیا تھا۔ یہ پہلے آدمی آئے تھے اور ان سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری تفصیلات معلوم کیں۔ لیکن جو اشتہار تھا کہ اس زلزلے میں کسی بھی احمدی کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا، اس بارے میں آپ نے اشتہار فرما دیا تھا۔) تو کہتے ہیں پس حضور سے بندہ کی ملاقات جو زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوئی، اس میں احمدیوں کے بچ جانے کو حضور نے ایک نشان قرار دیا ہے اور خصوصاً میرا اپنا زلزلہ میں دب کر بچ جانا نشان ہے جس کا بذریعہ تحریر اعلان کر دیا گیا ہے۔ مبارک وہ جو اس چشم دید نشان سے عبرت پکڑیں اور خدا کے فرستادے پر ایمان لائیں۔‘‘

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہؓ۔ غیر مطبوعہ۔ جلد 3 صفحہ 1-3)

(خطبہ جمعہ 20 / اپریل 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

سرائے خام

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسے کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ ان کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر ان کو اس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں، کان نہیں، دل میں ڈر نہیں

ان کے طریق و دھرم میں گو لاکھ ہو فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پر تب بھی مانتے ہیں اسی کو بہر سبب
کیا حال کردیا ہے تعصب نے، ہے غضب

دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں! وفا نہ کند ایں سرائے خام
دنیائے دوں نماند و نماند بکس مدام

(درثمین)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 08؍ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆... حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر
☆... حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت کا تفصیلی تذکرہ
☆... آج جرمنی کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے بابرکت فرمائے۔ زیادہ سے زیادہ جرمن احمدیوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق دے
☆... دو مرحومین مکرم قمرالدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا اور مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 08؍ اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمرؓ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر ہوا تھا۔ علّامہ شبلی نعمانی حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اس کے اسباب وعوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوال پیدا ہوں گے کہ چند صحرانشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا۔کیا یہ تاریخِ عالَم کا کوئی مستثنیٰ واقعہ تھا۔کیا ان فتوحات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جاسکتی ہے؟

حضرت عمرؓ کے خاص مفتوحہ ممالک کا کُل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ ان فتوحات کے متعلق یورپین مؤرخوں کی رائے ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں۔خسرو پرویز کے بعد فارس کی سلطنت کا نظام بالکل درہم برہم ہوگیا تھا۔ نوشیرواں سے کچھ پہلے ملحد وزندیق فرقہ مزدقہ کا بہت زور ہوگیا تھا جن کے نزدیک لالچ دُور کرنے کے لیے عورت سمیت تمام مملوکات کو مشترکہ ملکیت قرار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح نسطوری عیسائیوں کو بھی کسی حکومت میں پناہ نہ ملتی تھی۔مسلمان چونکہ مذہبی عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے لہٰذا مدت سے مشقِ ستم چلے آرہے یہ دونوں فرقے اسلام کے سائے میں آکر مخالفین کے ظلم سے بچ گئے۔

رومی سلطنت کے متعلق یورپین مؤرخین کی رائے ہے کہ عیسائیت سے باہمی اختلافات اُن دنوں زوروں پر تھے اور سلطنت کمزور ہوچکی تھی۔ علّامہ شبلی اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بے شک اس وقت فارس و روم کی سلطنتیں عروج پر نہ تھیں لیکن اتنی کمزور بھی نہ ہوئی تھیں کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہوجاتیں۔ روم و فارس فنونِ جنگ میں ماہر تھے، آلاتِ جنگ کا تنوع تھا، اپنے قلعوں اور مورچوں میں رہ کر ملک کی حفاظت کرنا تھی۔

دوسری جانب عرب کی تمام فوج تعداد میں ایک لاکھ سے بھی کم تھی اور وہ بھی ایسی کہ مروجہ آلاتِ جنگ سے تہی دست اور جدید فنونِ حرب سے ناواقف۔ پس اس سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں اُس وقت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہوگئی تھی جسے حضرت عمرؓ نے مزید تیز کردیا تھا۔مسلمانوں کی راست بازی اور دیانت داری نے انہیں حکومت میں مدد دی اور اسی وجہ سے رعایا نے کبھی مزاحمت نہ کی۔عراق اور شام کے رؤسا اور عمائدینِ حکومت انہی اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ پس یہاں سکندر و چنگیز خاں کا نام لینا بالکل بےموقع ہے، ان دونوں نے قہر، ظلم اور قتلِ عام کی بدولت بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں جبکہ مسلمانوں نے سچائی، حلم اور انصاف پسندی سے رعایا کے دل جیتے۔ چنگیز خاں، بخت نصر، تیمور، نادر شاہ وغیرہ سب سفّاک تھے لیکن حضرت عمرؓ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہ ہوسکتا تھا۔مُثلہ، بچوں کا قتل، بدعہدی اور آدمیوں کا قتلِ عام تو درکنار ایک درخت بھی کاٹنے کی اجازت نہیں تھی۔

جو لوگ حیرت انگیز فتوحاتِ فاروقی کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں اَور بھی فاتح گزرے ہیں انہیں یہ دکھانا چاہیے کہ اس احتیاط، پابندی اور درگزر سے کس حکمران نے ایک چپّہ غیروں کی زمین فتح کی ہے۔سکندر چنگیز وغیرہ خود جنگ میں شریک ہوتے جبکہ حضرت عمرؓ تمام مدتِ خلافت ایک دفعہ بھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لیکن تمام فوجوں کی باگ آپؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔سکندر وغیرہ کی فتوحات بادل کی طرح تھیں جو ایک بار زور سے آیا اور نکل گیا جبکہ فتوحاتِ فاروقی میں یہ استواری تھی کہ تیرہ سَو برس بعد آج بھی وہ مفتوحہ ممالک اسلام کے قبضے میں ہیں۔

یہ عام رائے کہ ان فتوحات میں خلیفۂ وقت کا اتنا کردار نہیں جتنا اس وقت کے جوش اور عزم کا ہاتھ تھا اس کے متعلق علّامہ شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دیتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔فتوحاتِ فاروقی کے حالات صاف بتاتے ہیں کہ تمام فوج پُتلی کی طرح حضرت عمرؓ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی۔ فوج کی ترتیب، فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، موسموں کے موافق فوج کی نقل وحرکت، پرچہ نویسی کا انتظام، افسرانِ فوج کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا انتخاب اور اس قسم کے بہت سے امور حضرت عمرؓ نے خود ایجاد کیے اور زور وقوت کے ساتھ انہیں قائم رکھا۔ دس برس پر محیط ان لڑائیوں میں دو انتہائی خطرناک مواقع آئے ایک نہاوند کا معرکہ اور دوسرا جب قیصرِ روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حمص پر چڑھائی کی، ان دونوں معرکوں میں صرف حضرت عمرؓ کی حسنِ تدبیر تھی جس نے اٹھتے ہوئے طوفانوں کو دبادیا۔ آج تک فاروقِ اعظمؓ کے برابر فاتح اور کشورکشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایک موقعے پر دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابلِ تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے احد! ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ ایک اور موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے کہ عالَمِ اسلام حضرت عمرؓ کی وفات پر روئے گا۔ ام المؤمنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ اُن کے والد حضرت عمرؓ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ دعا کرتے تھے کہ مجھے مدینے میں شہادت نصیب ہو۔ یہ دعا کس قدر خطرناک تھی کہ دشمن مدینے پر چڑھ آئے اور مدینے کی گلیوں میں حضرت عمرؓ کو شہید کردے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو اَور رنگ میں قبول کرلیا اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھوں ہی مدینے میں شہید کردیے گئے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت سے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عوف بن مالک نے رؤیا دیکھی تھی اسی طرح حضرت عمرؓ نے خود بھی اپنی شہادت سے متعلق نظارہ دیکھا تھا۔ آپؓ کو 26؍ ذوالحجہ 23؍ ہجری کو حملہ کرکے زخمی کیا گیا، یکم محرم 24؍ ہجری کو آپؓ کی شہادت ہوئی اور اسی روز تدفین عمل میں آئی۔

صحیح بخاری میں درج واقعۂ شہادت کی تفصیل کے مطابق آپؓ پر نمازِ فجر کے دوران مغیرہ کے ایک عجمی غلام نے دودھاری عجمی چھری سے وار کیا تھا۔ اس شخص نے خود کو بچانے کے لیے تیرہ اَور لوگوں کو بھی زخمی کیا تھا جن میں سے سات جاں بحق گئے تھے۔حضرت عمرؓ نے زخمی ہونے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امامت کے لیے آگے کیا جنہوں نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔حضرت عمرؓ کو مسجد سے اٹھاکر گھر لایا گیا جہاں انہیں پہلے نبیذ اور پھر دودھ پلایا گیا لیکن وہ زخموں سے بہ گیا اور لوگ سمجھ گئے کہ آپؓ جاں بر نہ ہوسکیں گے۔ ایک نوجوان نے آپؓ کے فضائل بیان کیے تو آپؓ نے فرمایا میری تو یہ آرزو ہے کہ یہ باتیں برابر ہی برابر رہیں، نہ میرا مؤاخذہ ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔

حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے اپنے قرض کا حساب کروایا جو تقریباً چھیاسی ہزار درہم تھا، آپؓ نے اس کی ادائیگی کے متعلق ہدایات دیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوایا اور فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کہنا کہ عمر بن خطاب اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے تو وہ رو رہی تھیں۔حضرت عمرؓ کا پیغام سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مَیں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن آج مَیں اپنی ذات پر عمرؓ کو مقدّم کروں گی۔حضرت عائشہؓ سے اجازت ملنے کی خبر سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا الحمدللہ! مجھے اس سے بڑھ کر اَور کسی چیز کی فکر نہ تھی۔

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو خلافت کا انتخاب کرنے کے لیے مقرر فرمایا اور آئندہ منتخب ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین و انصار، بدوی عربوں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی۔

حضرت عمرؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ آج جرمنی کا جلسہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ دو دن کا جلسہ ہے۔ کل ان شاء اللہ اختتامی اجلاس سے مَیں خطاب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسے کو بابرکت فرمائے۔

خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے دو مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم قمرالدین صاحب مبلغِ سلسلہ انڈونیشیا کا تھا جن کی وفات 65 برس کی عمر میں ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم نے 1972ء میں احمدیت قبول کی تھی اور 1986ء میں پاکستان سے شاہد کی ڈگری حاصل کی تھی۔ آپ کا عرصۂ خدمت پینتیس سال پر محیط ہے۔مرحوم قناعت شعار، عبادت گزار، خلافت سے محبت کرنے والے، نہایت مخلص اور پُرجوش خادمِ سلسلہ تھے۔

دوسرا ذکر مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا تھا۔ آپ گذشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ان کے ایک بیٹے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے داماد ہیں۔مرحومہ خاموش طبع، صدقہ وخیرات کرنے والی، مہمان نواز اور بڑی صابرہ خاتون تھیں۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 17؍ستمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا

جنگِ یرموک کے عظیم الشان معرکے کا ایمان افروز تفصیلی بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔراشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر چل رہا تھا۔ آج

جنگِ یرموک

کے بارے میں بیان کروں گا۔ جنگِ یرموک کی تاریخ کے متعلق روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت تو یہی ہے کہ یہ جنگ پندرہ ہجری کو لڑی گئی۔ بعض کے نزدیک یہ تیرہ ہجری میں فتح دمشق سے پہلے لڑی گئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے جس جنگ میں فتح کی خوشخبری پہنچی وہ جنگِ یرموک ہی تھی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی وفات کو بیس دن گزر چکے تھے۔ بعض کے نزدیک فتحِ دمشق کی خوشخبری سب سے پہلے ملی تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جزء ۲ صفحہ ۱۴۱-۱۴۳ دارالفکر بیروت ۱۹۹۵ء)

لیکن بہرحال دمشق کی فتح کی خوشخبری والی بات زیادہ صحیح لگتی ہے جو پہلے ہوئی۔ شواہد تو یہی بتاتے ہیں کہ جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی لڑی گئی تھی۔ رومی جب شکست کھا کھا کر دِمَشْق اور حِمص وغیرہ سے نکلے تھے تو اَنْطَاکِیہ پہنچے۔ انطاکیہ شام کا سرحدی شہر ہے۔ اور ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا ہے۔ ہرقل نے اس میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں، جمعیت میں، ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں مقابلے میں ٹھہر سکتے؟ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کی کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے۔ اَوروں پر ظلم کرتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے کام میں تو جوش ہے اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

قیصر درحقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق در جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے۔ قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ اپنی شہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔ روم، قُسْطَنْطِیْنِیَّہ، جزیرہ آرمینیا، ہر جگہ احکام بھیجے کہ تمام فوجیں اَنطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں۔ تمام اضلاع کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ جس قدر آدمی جہاں سے مہیا ہو سکیں روانہ کیے جائیں۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا ٹڈی دَل پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار فوج تھی۔

حضرت ابوعُبَیدہؓ نے جو مقامات فتح کر لیے تھے وہاں کے امراء اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالفتِ مذہب کے انہوں نے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ سے حضرت ابوعُبَیدہؓ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر

ایک پُراثر تقریر

کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانو! خدا نے تم کو بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ پہ پورے اترے۔ چنانچہ اس کے صلہ میں خدا نے ہمیشہ تم کو مظفر و منصور رکھا، ہمیشہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اب تمہارا دشمن اس ساز و سامان سے تمہارے مقابلے کے لیے چلا ہے کہ زمین کانپ اٹھی ہے۔ اب بتاؤ کیا صلاح ہے؟ یزید بن ابی سفیان امیر معاویہ کے بھائی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میری رائے ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیں اور ہم خود شہر کے باہر لشکر آرا ہوں۔ اس کے ساتھ خالد اور عمرو بن عاص کو خط لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئیں۔ یہاں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دمشق کی فتح پہلے تھی۔ شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ نے کہا کہ اس موقع پر ہر شخص کو آزادانہ رائے دینی چاہیے۔ یزید نے جو رائے دی بلا شبہ خیر خواہی سے دی ہے لیکن میں اس کا مخالف ہوں۔ شہر والے تمام عیسائی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ تعصّب سے ہمارے اہل و عیال کو پکڑ کر قیصر کے حوالے کر دیں یا خود مار ڈالیں۔ خود ہی ان کے خلاف کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر سے نکال دیں تو ہمارے بیوی بچے محفوظ ہو جائیں گے۔ شُرَحْبِیل نے اٹھ کر کہا کہ اے امیر! تجھ کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ہم نے ان عیسائیوں کو اس شرط پر امن دیا ہے کہ وہ شہر میں اطمینان سے رہیں اس لیے نقضِ عہد کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہم ایک عہد کر چکے ہیں۔ کس طرح اس عہد کو توڑیں کہ ان کو شہر سے نکال دیں۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اپنی غلطی تسلیم کی لیکن یہ بحث طے نہیں ہوئی کہ آخر کیا کیا جائے۔ عام حاضرین نے رائے دی کہ حِمْص میں ٹھہر کے فوجی امداد کا انتظار کیا جائے۔ ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ اتنا وقت کہاں ہے؟ آخر یہ رائے ٹھہری کہ حِمْص کو چھوڑ کر دِمَشْق روانہ ہوں، وہاں خالد موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے۔ یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حبیب بن مَسْلَمَہ کو جو افسر خزانہ تھے بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے، جو بھی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ تو اس لیے تھا کہ ان کی بہتری کے لیے ان کی حفاظت کے لیے کام ہو گا لیکن وہ ہم کر نہیں سکتے۔ اس لیے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو اور ان سے کہہ دو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت تمہاری حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے اس لیے

جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تمہیں واپس کیا جاتا ہے۔

چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کُل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے۔ یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تورات کی قَسم! جب تک ہم زندہ ہیں قَیصر حِمْص پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا۔ ابوعُبَیدہؓ نے صرف حِمْص والوں کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جس قدر رقم وصول ہوئی ہے واپس کر دی جائے۔ غرض ابوعُبَیدہ دمشق کو روانہ ہوئے اور ان تمام حالات سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کہ مسلمان رومیوں کے ڈر سے حِمص چلے آئے ہیں نہایت رنجیدہ ہوئے لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کُل فوج اور افسران فوج نے یہی فیصلہ کیا ہے تو فی الجملہ تسلی ہوئی اور فرمایا کہ خدا نے کسی مصلحت سے تمام مسلمانوں کو اس رائے پر متفق کیا ہوگا۔ یہ بھی حوالے ملتے ہیں کہ پہلے حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا تھا اور حضرت عمرؓ نے ہی فرمایا تھا کہ اگر تم حفاظت نہیں کر سکتے تو ان کا سب کچھ، جو کچھ بھی جزیہ وغیرہ لیا ہے واپس کرو۔ ابوعُبَیدہؓ کو حضرت عمرؓ نے جواب لکھا کہ میں مدد کے لیے سعید بن عامر کو بھیجتا ہوں لیکن فتح و شکست فوج کی قلت و کثرت پر نہیں ہوا کرتی۔ ابوعُبَیدہؓ نے دمشق پہنچ کر تمام افسروں کو جمع کیا اور ان سے مشاورت کی۔ یزید بن ابی سُفیان، شُرَحبِیل بن حَسَنَہ، مُعَاذ بن جبل سب نے مختلف رائیں دیں۔ اسی اثنا میں عمرو بن عاص کا قاصد خط لے کر پہنچا جس کا یہ مضمون تھا کہ اردن کے اضلاع میں عام بغاوت پھیل گئی ہے اور رومیوں کی آمد آمد نے سخت تہلکہ ڈال دیا ہے اور حِمص کو چھوڑ کر چلے آنا نہایت بے رعبی کا سبب ہوا ہے۔ ابوعُبَیدہؓ نے جواب میں لکھا کہ حِمص کو ہم نے ڈر کر نہیں چھوڑا بلکہ مقصود یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے نکل آئے اور اسلامی فوجیں جو جابجا پھیلی ہوئی ہیں یکجا ہو جائیں اور خط میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلو۔ میں وہیں آ کر تم سے ملتا ہوں۔ دوسرے دن ابوعُبَیدہؓ دمشق سے روانہ ہو گئے اور اردن کی حدود میں یرموک پہنچ کر قیام کیا۔ یرموک شام کے نواح میں نشیبی وادی تھی جہاں دریائے اردن بہتا تھا۔ عمرو بن عاص بھی یہیں آ کر ملے۔ یہ موقع جنگ کی ضرورتوں کے لیے اس لحاظ سے مناسب تھا کہ عرب کی سرحد بہ نسبت اَور تمام مقامات کے یہاں سے قریب تھی اور پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان تھا جس سے یہ موقع حاصل تھا کہ ضرورت پر جہاں تک چاہیں پیچھے ہٹتے جائیں۔

حضرت عمرؓ نے سعید بن عامر کے ساتھ جو فوج روانہ کی تھی وہ ابھی نہیں پہنچی تھی۔ ادھر رومیوں کی آمد اور ان کے سامان کا حال سن کر مسلمان گھبرائے جاتے تھے۔ ابوعُبَیدہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک اَور قاصد دوڑایا اور لکھا کہ رومی بحر و بر سے اُبل پڑے ہیں اور جوش کا یہ حال ہے کہ فوج جس راہ سے گزرتی ہے راہب اور خانقاہ نشین جنہوں نے کبھی خلوت سے قدم باہر نہیں نکالا وہ بھی نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو حضرت عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور خط پڑھ کر سنایا۔ تمام صحابہ بے اختیار رو پڑے اور نہایت جوش کے ساتھ پکار کر کہا کہ امیر المومنین! خدا کے لیے ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھائیوں پر جا کر نثار ہو جائیں۔ خدانخواستہ ان کا بال بھی بیکا ہوا تو پھر جینا بے سود ہے۔ مہاجرین و انصار کا جوش بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ امیر المومنین! آپؓ خود سپہ سالار بنیں اور ہمیں ساتھ لے کر چلیں لیکن اَور صحابہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہ ٹھہری کہ اَور امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے دریافت کیا کہ دشمن کہاں تک آ گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ یرموک سے تین چار منزل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ افسوس اب کیا ہو سکتا ہے۔ اتنے عرصہ میں کیونکر مدد پہنچ سکتی ہے؟ ابوعُبَیدہؓ کے نام نہایت پُرتاثیر الفاظ میں ایک خط لکھا اور قاصد سے کہا کہ خود ایک ایک صف میں جا کر یہ خط سنانا اور زبانی کہنا کہ عمر تم لوگوں کو سلام کہتا ہے اور کہتے ہیں کہ

اے اہل اسلام! بے جگری سے لڑو

اور اپنے دشمنوں پر شیروں کی طرح جھپٹو اور تلواروں سے ان کی کھوپڑیوں کو کاٹ ڈالو اور چاہیے کہ وہ لوگ تمہارے نزدیک چیونٹیوں سے بھی حقیر ہوں۔ ان کی کثرت تم لوگوں کو خوفزدہ نہ کرے اور تم میں سے جو ابھی تم سے نہیں ملے ان کی وجہ سے پریشان نہ ہونا۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس دن قاصد ابوعُبَیدہ کے پاس آیا اسی دن سعید بن عامر بھی ہزار آدمی کے ساتھ پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو نہایت تقویت ہوئی اور انہوں نے نہایت استقلال کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کیں۔

معاذ بن جبلؓ کو جو بڑے رتبے کے صحابی تھے مَیمَنَہ پر مقرر کیا۔ قُبَاثْ بن اَشْیَمْ کو مَیْسَرَہ اور ہاشم بن عُتْبَہ کو پیدل فوج کی افسری دی۔ اپنے رکاب کی فوج کے چار حصے کیے۔ ایک کو اپنی رکاب میں رکھا باقی پر قَیس بن هُبَیْرَہ، مَیْسَرَہ بن مَسْرُوق، عَمرو بن طُفَیل کو مقرر کیا۔ یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب تھے یعنی بہت بہادر کہلائے جاتے تھے اور اس وجہ سے 'فارس العرب' کہلاتے تھے۔ رومی بھی بڑے سروسامان سے نکلے تھے۔ دو لاکھ سے زیادہ جمعیت تھی اور چوبیس صفیں تھیں جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے۔

فوجیں بالمقابل آ گئیں تو ایک بِطْرِیق صف چیر کر نکلا اور کہا کہ میں تنہا لڑنا چاہتا ہوں۔ بِطْرِیق عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو کہتے ہیں۔ مَیْسَرَہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا مگر چونکہ حریف نہایت تنومند اور جوان تھا۔ خالد نے روکا اور قیس بن هُبَیْرَہ کی طرف دیکھا۔ وہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ قیس اس طرح جھپٹ کر پہنچے کہ بِطْرِیق ہتھیار بھی نہیں سنبھال سکا اور ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر پڑی اور خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر گئی۔ بِطْرِیق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ خالد نے کہا شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو آگے فتح ہماری ہے۔ عیسائیوں نے خالد کے ہمرکاب افسروں کے مقابلے میں جدا جدا فوجیں متعین کیں لیکن سب نے شکست کھائی اور اس دن یہیں تک نوبت پہنچی کہ لڑائی ملتوی ہو گئی۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ ہم تو شکست کھا رہے ہیں تو رات کو رومیوں کے سپہ سالار باہان نے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ عربوں کو شام کی دولت کا مزہ پڑ چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مال و زَر کی طمع دلا کر ان کو یہاں سے ٹالا جائے بجائے جنگ کرنے کے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن

ابوعُبَیدہؓ کے پاس قاصد

بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اس سے صلح کے متعلق گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ ابوعُبَیدہؓ نے خالد کا انتخاب کیا۔ قاصد جو پیغام لے کر آیا اس کا نام جارج تھا۔ اردو سیرت نگاروں نے جارج لکھا ہے لیکن عرب دانوں کے لیے میں بتا دوں کہ عربی کتب میں اس کا نام جَرْجَة بیان ہوا ہے۔ بہرحال جس وقت وہ پہنچا اس وقت شام ہو چکی تھی۔ ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی۔ مسلمان جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت اور سکون اور وقار اور ادب و خضوع سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے ابوعُبَیدہؓ سے چند سوالات کیے جن میں ایک یہ تھا کہ تم عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ ابوعُبَیدہؓ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں کہ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (آل عمران:60) یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ ۚ اَلۡقٰہَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ۟ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ ؕ اِنۡتَہُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا۔ لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ وَ لَا الۡمَلٰٓئِکَۃُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ۔ (النساء:173-172) کہ (یاد رکھو) عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک یقیناً آدم کے حال کی طرح ہے۔ اسے یعنی آدم کو اس نے خشک مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کے متعلق کہا کہ تُو وجود میں آجا تو وہ وجود میں آنے لگا۔ اے اہل کتاب! تو اپنے دین کے معاملے میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا صرف ایک رسول اور اس کی ایک بشارت تھا جو اس نے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لیے تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس امر سے باز آ جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ کی حفاظت کے بعد اور کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ مسیح ہرگز اس امر کو برا نہیں منائے گا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ متصور ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اسے برا منائیں گے۔

بہرحال ترجمہ کرنے والے نے ان آیات کا ترجمہ کیا تو جارج جو قاصد تھا بے اختیار پکار اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ کے یہی اوصاف ہیں اور

میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے۔

یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو اُسے مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے ہمارا جو سفیر جائے گا اس کے ساتھ واپس چلے آنا، ابھی تم واپس جاؤ۔ دوسرے دن حضرت خالدؓ رومیوں کی لشکر

گاہ میں گئے۔ رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے ہی انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دور تک سواروں کی صفیں قائم تھیں جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے لیکن حضرت خالدؓ نے اس بے پرواہی اور تحقیر کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالی اور اس طرح نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا چلا جاتا ہے۔

باہان کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا اور لا کر اپنے پاس اپنے برابر بٹھایا۔ مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے معمولی بات چیت کے بعد لیکچر کے طریقے پر تقریر شروع کی۔ حضرت عیسٰیؑ کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا اور فخر سے کہا کہ ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ مترجم نے ان الفاظ کا ابھی پورا ترجمہ نہیں کیا تھا کہ خالد نے باہان کو روک دیا اور کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن

ہم نے جس کو سردار بنایا ہے اس کو ایک لمحے کے لیے بھی اگر بادشاہی کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔

باہان نے پھر تقریر شروع کی اور اپنی جاہ و دولت کا فخر بیان کر کے کہا۔ اہل عرب! تمہاری قوم کے لوگ ہمارے ملک میں آ کر آباد ہوئے۔ ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیے۔ ہمارا خیال تھا کہ ان مراعات کا تمام عرب ممنون ہوگا لیکن خلافِ توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بارہا ایسے ارادے کیے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم جو ہو تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل نہیں ہے۔ وحشی اور بے ساز و سامان نہیں ہے، تمہیں یہ حوصلہ ہوا ہے کہ ہمارے پہ چڑھائی کر دو لیکن ہم اس پر بھی درگزر کرتے ہیں بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر سپہ سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلا دیے جائیں گے۔ حالانکہ ایک بہت بڑی فوج تو خود انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جمع کی تھی کہ مسلمانوں کو ختم کیا جائے لیکن جب دیکھا کہ جنگ جیتنا آسان نہیں تو پھر یہ شرطیں لگائیں۔ بہر حال باہان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے اور حمد و نعت کے بعد کہا کہ بے شبہ تم دولت مند ہو، مالدار ہو، صاحب حکومت ہو۔ تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی ہمیں معلوم ہے لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا بلکہ اشاعتِ مذہب کی ایک تدبیر تھی تم اپنا مذہب پھیلانا چاہتے تھے جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عرب عیسائی ہو گئے اور آج خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے لڑ رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج، تنگ دست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قوی جو مضبوط آدمی تھا وہ کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے لیکن

خدا نے ہم پر رحم کیا اور ایک پیغمبر بھیجا

جو خود ہماری قوم سے تھا اور ہم میں سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک خُو تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی اور بتلا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اولاد نہیں رکھتا، وہ بالکل یکتا و یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے۔ جس نے نہ مانا لیکن جزیہ دینا قبول کرتا ہے اس کے ہم حامی اور محافظ ہیں۔ جس کو دونوں سے انکار ہے اس کے لیے تلوار ہے۔ جو نہیں مانتے اور پھر لڑائی کرنے کو بھی تیار ہیں تو پھر ہم بھی تیار ہیں۔ باہان نے جزیہ کا نام سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مر کر بھی جزیہ نہ دیں گے۔ ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔ غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا اور خالد اٹھ کر چلے آئے۔ اب اس آخری لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اس کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے۔ حضرت خالدؓ کے چلے آنے کے بعد باہان نے سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ تم نے سنا، اہل عرب کا دعویٰ ہے کہ جب تک تم ان کی رعایا نہ بن جاؤ ان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تمہیں ان کی غلامی منظور ہے؟ تمام افسروں نے بڑے جوش سے کہا کہ ہم مر جائیں گے مگر یہ ذلت گوارا نہیں ہو سکتی۔

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہوگئی۔ حضرت خالدؓ نے یہ دیکھ کر عرب کے عام قاعدے کے خلاف نئے طور سے فوج آرائی کی۔ جب حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ رومی اس جوش اور سروسامان سے نکلے ہیں تو انہوں نے عرب کا جو عام قاعدہ تھا لڑائی کرنے کا اس کے خلاف، اس کے الٹ ایک نئے طریقے سے فوج کو سامنے کھڑا کیا۔ اور فوج جو تیس پینتیس ہزار تھی اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب کے ساتھ اس قدر صفیں قائم کیں۔ قلب ابوعُبَیدہ کو دیا، مَیمَنہ پر عمرو بن عاص اور شُرَحبیل مامور ہوئے، مَیسَرہ یزید بن ابوسفیان کی کمان میں تھا۔ ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعین کیے تو چن کر ان لوگوں کو کیا جو بہادری اور فنونِ جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطباء جو اپنے زور کلام سے لوگوں میں ہلچل ڈال دیتے تھے، ایسے خطیب تھے جو لوگوں میں جوش پیدا کرنے والے تھے اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پُر جوش تقریروں سے فوج کو جوش دلائیں۔ انہی میں ابوسفیان بھی تھے جو فوجوں کے سامنے یہ الفاظ کہتے پھرتے تھے کہ

اللہ! اللہ! تم لوگ عرب کے محافظ اور اسلام کے مددگار ہو

اور وہ لوگ روم کے محافظ اور شرک کے مددگار ہیں۔ اے اللہ! یہ دن تیرے ایام میں سے ہے۔ اے اللہ! اپنے بندوں پر اپنی مدد نازل فرما۔ عمرو بن عاص کہتے پھرتے تھے کہ اے لوگو! اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤ اور اپنے نیزوں کو تان لو اور اپنی جگہ اور اپنی صفوں میں جم جاؤ۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہو تو انہیں مہلت دو یہاں تک کہ جب وہ نیزوں کی انیوں کی زد میں آ جائے تو ان پر شیروں کی طرح جھپٹ پڑو۔ اس خدا کی قسم! جو راستی پر خوش ہوتا ہے اور اس پر ثواب دیتا ہے اور جو جھوٹ سے ناراض ہوتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے اور احسان کی جزا دیتا ہے، یقیناً مجھے یہ خبر ملی ہے کہ مسلمان بستی کے بعد بستی اور محل کے بعد محل کو فتح کرتے ہوئے اس ملک پر فتح حاصل کر لیں گے۔ پس ان لوگوں کی جمعیت اور ان کی تعداد تمہیں خوف زدہ نہ کرے۔ اگر تم لوگوں نے ثابت قدمی سے لڑائی کی تو یہ لوگ حَجَل یعنی تیتر جو ایک پرندہ ہے اس کے بچوں کی طرح خوف زدہ ہو کر منتشر ہو جائیں گے۔

مسلمان فوج کی تعداد اگرچہ کم تھی یعنی تیس پینتیس ہزار سے زیادہ آدمی نہ تھے لیکن تمام عرب میں منتخب تھے۔ ان میں سے خاص وہ بزرگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تھا ایک ہزار تھے۔ سو بزرگ وہ تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ عرب کے مشہور قبائل میں سے دس ہزار سے زیادہ صرف اَزْد کے قبیلے کے لوگ تھے۔ حِمیَر کی ایک بڑی تعداد، جماعت تھی۔ ہَمدَان، خَولَان، لَخْم، جُذام وغیرہ کے مشہور بہادر تھے۔ اس معرکے کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں اور نہایت بہادری سے لڑیں۔ امیر معاویہ کی ماں، ابوسفیان کی بیوی ہند، حضرت ہندؓ جو بعد میں اسلام لے آئی تھیں حملہ کرتی ہوئی بڑھتی تھیں تو پکارتی تھیں کہ تم ان نامختونوں یعنی ان کافروں کو اپنی تلواروں سے کاٹ کر رکھ دو۔ اسی طرح ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہ کی بہن جُوَیرِیہ نے ایک جماعت کے ساتھ نکل کر، اپنے شوہر کے ساتھ مل کر رومی فوج کا مقابلہ کیا اور ایک شدید لڑائی میں شہید ہو گئیں۔ مِقداد جو نہایت خوش آواز تھے فوج کے آگے آگے سورہ اَنفال جس میں جہاد کی ترغیب ہے تلاوت کرتے جاتے تھے۔

ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالَم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں کہ ہٹنے کا خیال تک نہ آئے اور اپنے پاؤں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا۔

جنگ کی ابتدا رومیوں کی طرف سے ہوئی۔

دو لاکھ کا ٹڈی دَل لشکر ایک ساتھ بڑھا۔ ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے بڑھے اور حضرت عیسٰیؑ کی جے پکارتے آتے تھے۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر ایک شخص کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ اللہ اکبر! کس قدر بے انتہا فوج ہے۔ حضرت خالدؓ نے جوش سے کہا چپ رہ۔ خدا کی قسم! میرے گھوڑے کے سُم اچھے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ عیسائی اتنی ہی فوج اَور بڑھا لیں۔ غرض عیسائیوں نے نہایت زور شور سے حملہ کیا اور تیروں کا مینہ برساتے بڑھے۔ مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا مَیمَنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ ہزیمت یافتہ ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک پہنچ گئے۔ عورتوں کو مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر سخت غصہ آیا اور خیمہ کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور

پکاریں کہ نامرادو! اِدھر آئے تو لکڑیوں سے تمہارے سر توڑ دیں گی۔ ہند ابوسفیان کی بیوی ہاتھوں میں لاٹھی لے کر آگے بڑھی۔ دیگر خواتین بھی ان کے پیچھے پیچھے آگے بڑھیں۔ ہند نے ابوسفیان کو بھاگتے دیکھا تو ان کے گھوڑے کے منہ پر میخ مارتے ہوئے کہا کہ کدھر جا رہے ہو؟ واپس آؤ اور جنگ کے میدان میں جاؤ۔

اسی طرح ایک اَور روایت ہے اس کے مطابق ہند لکڑی اٹھا کر ابوسفیان کی طرف لپکیں اور کہا کہ خدا کی قسم! تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے سچے رسولؐ کو جھٹلانے میں بہت سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ میدانِ جنگ میں دینِ حق کی سربلندی اور رسولِ خداؐ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان قربان کر دو اور

خدا کے سامنے سرخرو ہو جاؤ۔

ابوسفیان کو سخت غیرت آئی اور پلٹ کر شمشیر بدست دشمن کے ٹڈی دَل لشکر میں گھس گیا۔

ایک اَور بہادر مسلمان عورت جن کا نام خولہ تھا وہ یہ شعر پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلاتی تھیں کہ

يَا هَارِبًا عَنْ نِسْوَةٍ تَقِيَّاتٍ
فَعَنْ قَلِيْلٍ مَا تَرٰى سَبِيَّاتٍ
وَ لَا حَظِيَّاتٍ وَ لَا رَضِيَّاتٍ

کہ اے تقویٰ شعار عورتوں سے بھاگنے والے! عنقریب تُو انہیں قیدی دیکھے گا۔ نہ وہ بلند مرتبہ پر ہوں گی اور نہ ہی وہ پسندیدہ ہوں گی۔ یہ حالت دیکھ کر مُعاذ بن جَبَلؓ جو مَیمنہ کے ایک حصہ کے سپہ سالار تھے، گھوڑے سے کود پڑے اور کہا کہ مَیں تو پیدل لڑتا ہوں لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ ہاں یہ حق مَیں ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حَجّاج جو قبیلہ زبیدہ کے سردار تھے، پانچ سو آدمی لے کر بڑھے اور عیسائیوں کو جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے روک لیا۔ مَیمنہ میں قبیلہ اَزْد شروع حملہ سے ثابت قدم رہا۔ عیسائیوں نے لڑائی کا سارا زور ان پر ڈالا لیکن وہ پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ جنگ میں یہ شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سر، ہاتھ، بازو کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے لیکن ان کے پایہ ثبات کو لغزش نہیں آتی تھی۔ عمرو بن طُفَیل جو قبیلہ کے سردار تھے تلوار مارتے جاتے تھے اور للکارتے جاتے تھے کہ اَزْدیو! دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری وجہ سے داغ نہ آئے۔ نو بڑے بڑے بہادر ان کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی وہ شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا۔ دفعۃً صف چیر کر نکلے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں پلٹ دیں۔ عکرمہ نے جو ابوجہل کے فرزند تھے گھوڑا آگے بڑھایا اور کہا عیسائیو! مَیں کسی زمانے میں کفر کی حالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہوں۔ کیا آج تمہارے مقابلے میں میرا پاؤں پیچھے پڑ سکتا ہے۔ یہ کہہ کر فوج کی طرف دیکھا اور کہا

مرنے پر کون بیعت کرتا ہے!

چار سو شخصوں نے جن میں ضرار بن اَزْد بھی تھے مرنے پر بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب وہیں کٹ کر رہ گئے۔ عکرمہ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی۔ کچھ کچھ دم باقی تھا۔ خالدؓ نے اپنی رانوں پر ان کا سر رکھا اور گلے میں پانی ٹپکا کر کہا خدا کی قسم! عمرؓ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر نہ مریں گے۔

غرض عکرمہؓ اور ان کے ساتھی گو خود ہلاک ہو گئے لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر دیے۔

خالدؓ کے حملوں نے اَور بھی ان کی طاقت توڑ دی یہاں تک کہ آخر ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور خالدؓ ان کو دباتے ہوئے سپہ سالار دُرُنْجار تک پہنچ گئے۔ دُرُنْجار اور رومی افسروں نے آنکھوں پر رومال ڈال لیے کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں۔ عین اسی وقت جب اِدھر مَیْمَنَہ میں بازارِ قتال گرم تھا تو ابنِ قَناطِیر، جو رومیوں کے مَیْمَنَہ کا سردار تھا، نے مَیْسَرہ پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے اس حصہ میں اکثر لَخْم وغَسّان کے قبیلے کے آدمی تھے جو شام کے اطراف میں بودوباش رکھتے تھے اور ایک مدت سے روم کے باج گزار تھے۔ رومیوں کو ٹیکس دیا کرتے تھے تو رومیوں کا جو رعب ان کے دلوں میں سمایا ہوا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پہلے ہی حملے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمان ہونے کے باوجود بھی وہ پرانا رعب چل رہا تھا اس سے خوفزدہ ہو گئے، پاؤں اکھڑ گئے لیکن بہرحال افسروں نے بھی جرأت دکھائی۔ اگر افسروں نے بےہمتی کی ہوتی تو لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ رومی بھاگتے ہوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے قبَاثْ بن اَشْیَم، سعید بن زید، یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، شُرَحْبِیل بن حسنہ دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ قُبَاث کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گر گر جاتے تھے مگر ان کے تیور پر بل نہ آتا تھا۔ نیزہ ٹوٹ کر گرتا تو کہتے کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو مر کر ہٹے گا۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ ان کے ہاتھ میں لا کر دے دیتے اور پھر وہ شیر کی طرح جھپٹ کر دشمن پر جا پڑتے۔ اَبُوالاَعْوَر گھوڑے سے کود پڑے اور اپنی رکاب کی فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ صبر و استقلال دنیا میں عزت ہے اور عقبیٰ میں رحمت۔ دیکھنا یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ سعید بن زید غصہ میں گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے تھے۔ رومی ان کی طرف بڑھے تو شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمے کے افسر کو مار کر گرا دیا۔ یزید بن ابوسفیان معاویہ کے بھائی بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے باپ ابوسفیان جو فوج کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی طرف آ نکلے اور بیٹے کو دیکھ کر کہا کہ اے میرے بیٹے! اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ تُو سپہ سالار ہے اور سپاہیوں کی بہ نسبت تجھ پر شجاعت کا حق زیادہ ہے۔ تیری فوج میں سے ایک سپاہی بھی اس میدان میں تجھ سے بازی لے گیا تو تیرے لیے شرم کی جگہ ہے۔ شُرَحْبِیل کا یہ حال تھا کہ رومیوں کا چاروں طرف سے نرغہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح کھڑے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبۃ:111) کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس وعدے کے ساتھ خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی کیونکہ وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس یا تو وہ اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں اور

نعرہ مارتے تھے کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں؟

یہ آواز جس کے کان میں پڑی، بے اختیار لوٹ پڑا یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی اور شُرَحْبِیل نے ان کو لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لَڑتے چلے آتے تھے بڑھنے سے رک گئے۔ ادھر عورتیں خیموں سے نکل نکل کر فوج کی پشت پر آ کھڑی ہوئیں اور چلّا کر کہتی تھیں کہ میدان سے قدم ہٹایا تو پھر ہمارا منہ نہ دیکھنا۔ لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا جو دفعۃً قیس بن ھُبَیْرَہ جن کو خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دے کر مَیْسَرہ کی پشت پر متعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر حملہ کیا کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی۔ تمام صفیں ابتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا۔ رومی دور تک ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا اس کے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔ یوں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس اہم ترین جنگ میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کیا۔

اس لڑائی کا یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حَبَاس بن قَیس جو ایک بہادر سپاہی تھے بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ اسی اثنا میں کسی نے ان کے پاؤں پر تلوار ماری اور ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا۔ حَبَاس کو خبر تک نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ میرے پاؤں کا کیا ہوا؟ جب پاؤں کی طرف دیکھا تو خیال آیا کہ پاؤں دیکھوں کہاں ہے تو پھر پتہ لگا کہ پاؤں غائب ہے۔ ان کے قبیلے کے لوگ اس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

رومیوں کے کس قدر آدمی مارے گئے

ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ طبری اور اَزْدی نے لاکھ سے زیادہ بیان کیا ہے۔ بلاذری نے ستر ہزار لکھا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے تین ہزار کا نقصان ہوا جن میں عکرمہ، ضِرَار بن اَزْوَر، ہِشام بن عاصِی، اَبان بن

سعید وغیرہ تھے۔ قیصر اَنطاکیہ میں تھا کہ اس کو شکست کی خبر پہنچی۔ اسی وقت اس نے قسطنطنیہ کی تیاری کی اور چلتے وقت شام کی طرف رُخ کر کے کہا کہ ’’الوداع اے شام!‘‘ ابوعُبَیدہ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری کا خط لکھا اور ایک مختصر سی سفارت بھیجی جن میں حُذَیفہ بن یَمان بھی تھے۔ حضرت عمرؓ یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعةً سجدے میں گرے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 119 تا 130 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء جزء۲ صفحہ۲۷۱۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۰ھ)

(فتوح الشام از واقدی جزء۱ صفحہ ۲۴۲ المکتبۃ التوفیقیہ مصر ۲۰۰۸ء)

(تاریخ الطبری لابن جریر الجز ثانی صفحہ ۳۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۷ء)

(تاریخ اسلام کی بہادر خواتین صفحہ 116 از مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی۔ مکتبہ عمر فاروق کراچی 2011ء)

(البدایۃ والنہایۃ جلد۹ صفحہ ۵۶۰ دار ھجر ۱۹۹۸ء)

یرموک کے لیے حِمص سے اسلامی فوج کو عارضی طور پر جانا پڑا تھا اس پر ان لوگوں سے لیا گیا جزیہ انہیں واپس کر دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بیان کیا ہے کہ ’’صحابہؓ نے جس وقت رومی حکومت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بڑھتے بڑھتے یروشلم پر جو عیسائیوں کی مذہبی جگہ ہے قابض ہو گئے اور پھر اس سے بھی آگے بڑھنا شروع ہوئے تو عیسائیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کا مذہبی مرکز مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہے ان کو وہاں سے نکالنے کے لئے آخری جدوجہد کا ارادہ کیا اور چاروں طرف مذہبی جہاد کا اعلان کر کے عیسائیوں میں ایک جوش پیدا کر دیا گیا۔ اور بڑی بھاری فوجیں جمع کر کے اسلامی لشکر پر حملہ کی تیاری کی۔ ان کے اس شدید حملہ کو دیکھ کر مسلمانوں نے جو اُن کے مقابلہ میں نہایت قلیل تعداد میں تھے عارضی طور پر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اسلامی سپہ سالار نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دشمن اتنی کثیر تعداد میں ہے اور ہماری تعداد اتنی تھوڑی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا اس لشکر کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے آپ اگر اجازت دیں تو جنگی صف بندی کو سیدھا کرنے اور محاذ جنگ کو چھوٹا کرنے کے لیے اسلامی لشکر پیچھے ہٹ جائے تا تمام جمعیت کو یکجا کر کے مقابلہ کیا جا سکے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ہم نے ان علاقوں سے جو فتح کر رکھے ہیں لوگوں سے ٹیکس بھی وصول کیا ہوا ہے۔ اگر آپ ان علاقوں کو چھوڑنے کی اجازت دیں تو یہ بتائیں کہ اس ٹیکس کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ محاذ کو چھوٹا کرنے اور اسلامی طاقت کو یکجا کرنے کے لئے پیچھے ہٹنا اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ ان علاقوں کے لوگوں سے ٹیکس اس شرط پر وصول کیا گیا تھا کہ اسلامی لشکر ان کی حفاظت کرے گا اور جب اسلامی لشکر پیچھے ہٹے گا تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ ان علاقوں کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس سے جو کچھ وصول کیا گیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔ جب حضرت عمرؓ کا یہ حکم پہنچا تو اسلامی سپہ سالار نے ان علاقوں کے زمینداروں اور تاجروں اور دوسرے لوگوں کو بلا بلا کر ان سے وصول شدہ رقوم واپس کر دیں اور ان سے کہا کہ آپ لوگوں سے یہ رقوم اس شرط پر وصول کی گئی تھیں کہ اسلامی لشکر آپ لوگوں کی حفاظت کرے گا مگر اب جبکہ ہم دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور پاتے ہیں اور کچھ دیر کے لیے عارضی طور پر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اس وجہ سے آپ لوگوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ان رقوم کو اپنے پاس رکھنا درست نہیں۔

یہ ایسا نمونہ تھا کہ جو دنیا کی تاریخ میں اور کسی بادشاہت نے نہیں دکھایا۔

بادشاہ جب کسی علاقے سے ہٹتے ہیں تو بجائے وصول کردہ ٹیکس وغیرہ واپس کرنے کے ان علاقوں کو اَور بھی لوٹتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب تو یہ علاقے دوسرے کے ہاتھ میں جانے والے ہیں ہم یہاں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اٹھالیں۔ پھر چونکہ انہوں نے وہاں رہنا نہیں ہوتا اس لیے بدنامی کا بھی کوئی خوف ان کو نہیں ہوتا اور اگر کوئی اعلیٰ درجہ کی منظم حکومت ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ خاموشی سے فوجوں کو پیچھے ہٹا دیتی ہے اور زیادہ لُوٹ مار نہیں کرنے دیتی لیکن اسلامی لشکر نے جو نمونہ دکھایا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے صرف حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی نظر آتا ہے۔ بلکہ افسوس ہے کہ بعد کے زمانہ کو بھی اگر شامل کرلیا جائے تو اس کی کوئی اَور مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ کسی فاتح نے کوئی علاقہ چھوڑا ہو تو اس علاقہ کے لوگوں سے وصول کردہ ٹیکس اور جزیے اور مالیے واپس کر دیئے ہوں۔ اس کا عیسائیوں پر اتنا اثر ہوا کہ باوجود یکہ ان کی ہم مذہب فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں، حملہ آور ان کی اپنی قوم کے جرنیلوں، کرنیلوں اور افسروں پر مشتمل تھے اور سپاہی ان کے بھائی بند تھے اور باوجود اس کے کہ اس جنگ کو عیسائیوں کے لیے مذہبی جنگ بنا دیا گیا تھا اور باوجود اس کے کہ عیسائیوں کا مذہبی مرکز جو ان کے قبضہ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ میں جا چکا تھا اب اس کی آزادی کے خواب دیکھے جا رہے تھے۔ عیسائی مرد اور عورتیں گھروں سے باہر نکل نکل کر روتے اور دعائیں کرتے تھے کہ مسلمان پھر واپس آئیں۔‘‘

(خطبات محمود جلد 24 صفحہ 15تا17)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاریخ پر بڑا عبور تھا۔ ان کا یہی خیال ہے کہ حضرت عمرؓ سے پوچھ کے ہی واپسی ہوئی تھی اور پھر یہ ٹیکس وغیرہ جو تھا وہ واپس کیا گیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عکرمہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جنگ یرموک میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی جانیں خطرہ میں تھیں اور مسلمان کثرت سے مارے جا رہے تھے تو اسلامی کمانڈر انچیف حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرّاحؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ ایسے بہادر نکل آئیں جو تعداد میں اگرچہ تھوڑے ہوں لیکن وہ سردھڑ کی بازی لگا کر رومی فوج پر رعب ڈال دیں۔ حضرت عکرمہؓ آگے نکلے اور انہوں نے حضرت ابوعُبَیدہؓ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی مرضی کے مطابق کچھ آدمی چن لینے دیں میں ان آدمیوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ان کے جرنیل کو مار دوں۔ اس وقت رومی لشکر کا جرنیل خوب زور سے لڑ رہا تھا اور بادشاہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کر لے تو وہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور اپنی آدھی مملکت اس کے سپرد کر دے گا۔ اس لالچ کی وجہ سے وہ بڑے جوش میں تھا اور اپنی ذاتی اور شاہی فوج لے کر میدان میں اترا ہوا تھا اور اس نے سپاہیوں سے بڑی رقوم کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ رومی سپاہی بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ جب رومی لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو وہ جرنیل لشکر کے قلب میں کھڑا تھا۔

حضرت عکرمہؓ نے قریباً چار سو آدمیوں کو لے کر لشکر کے قلب پر حملہ کیا

اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اس جرنیل پر حملہ کر کے اسے نیچے گرا دیا۔ مقابلہ میں لاکھوں کا لشکر تھا اور یہ صرف چار سو مسلمان تھے۔ اس لیے مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس جرنیل کو تو انہوں نے مار دیا اور اس کے مر جانے کی وجہ سے لشکر بھی تتر بتر ہو گیا مگر دشمن ان آدمیوں پر ٹوٹ پڑا اور سوائے چند ایک کے سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ ان آدمیوں میں سے بارہ شدید زخمی تھے۔ جب مسلمان لشکر کو فتح ہوئی تو ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ ان بارہ زخمیوں میں حضرت عکرمہؓ بھی شامل تھے۔ ایک مسلمان سپاہی آپ کے پاس آیا۔ آپ کی حالت خراب تھی۔ اس نے کہا عکرمہ میرے پاس پانی کی چھاگل ہے تم کچھ پانی پی لو۔ آپ نے منہ پھیر کر دیکھا تو پاس ہی حضرت عباسؓ کے بیٹے فضلؓ پڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی بہت زخمی تھے۔ عکرمہؓ کہنے لگے میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت مدد کی جب میں آپ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس کی وجہ سے مر جائے اور میں پانی پی کر زندہ رہوں۔ پہلے انہیں پانی پلاؤ۔ اگر کچھ بچ جائے تو پھر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ وہ مسلمان فضلؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ وہ اس زخمی کے پاس گیا تو اس نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے، پہلے اسے پلاؤ۔ اس طرح وہ جس سپاہی کے پاس جاتا وہ اسے دوسرے کی طرف بھیج دیتا اور کوئی پانی نہ پیتا۔ جب وہ آخری زخمی کے پاس پہنچا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ جب عکرمہؓ کی طرف لوٹا تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ اس طرح باقی زخمیوں کا حال ہوا۔ جس کے پاس بھی وہ گیا وہ فوت ہو چکا تھا۔‘‘

(ہر احمدی عورت احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ نشان ہے، انوار العلوم جلد 26 صفحہ 229-231)

تو یہ تھا اس جنگ کا انجام۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پھر فتح دی۔ بہرحال ابھی یہ ذکر چل رہا ہے۔ آئندہ بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 08 اکتوبر 2021ء)

اعلان نکاح

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 2 ؍اکتوبر 2021ء بعد نماز عصر مسجد مبارک اسلام آباد، روپے میں درج ذیل نکاحوں کو اعلان فرما کر ان کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ یہ نکاح تمام فریقوں کے لئے مبارک کرے۔ ادارہ الفضل آن لائن کی طرف سے تمام فریق مبارکباد قبول کریں۔

* عزیزہ حانیہ احمد (واقفۂ نو) بنت مکرم اسفندیار منیب صاحب
همراہ عزیزم دانیال احمد (واقفِ نو) ابن مکرم خالد محمود صاحب (امیر و مشنری انچارج کونگو کنشاسا)

* عزیزہ طوبیٰ حسین (واقفۂ نو) بنت مکرم منور حسین صاحب (جرمنی)
همراہ عزیزم آصف منیر (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ یوکے) ابن مکرم خالد منیر صاحب (لندن۔ یوکے)

* عزیزہ ساجعہ صدف بنت مکرم طارق محمود صاحب
همراہ عزیزم محمد جبران (مربی سلسلہ) ابن مکرم انوار الحق صاحب

* عزیزہ میمونہ نصر خان (واقفۂ نو) بنت مکرم نصر اللہ خان صاحب (کینیڈا)
همراہ عزیزم اسماعیل احمد چوہدری (واقفِ نو) ابن مکرم مبارک احمد چوہدری صاحب (کارکن فنانس آفس یوکے)

* عزیزہ درّعدن شاہ (واقفۂ نو) بنت مکرم سید تنویر شاہ صاحب (کینیڈا)
همراہ عزیزم فراز احمد حسین ابن مکرم امتیاز حسین صاحب (امریکہ)

* عزیزہ ندا سوہل بنت مکرم محمد اصغر صاحب (جرمنی)
همراہ عزیزم اسد عالم سوہل ابن مکرم محمد عالم سوہل صاحب (صدر جماعت نوئے وِیڈ۔ جرمنی)

فیس بک کے ذریعے الفضل کا پرچار

مکرم عثمان مسعود جاوید سویڈن سے لکھتے ہیں:

خاکسار اپنی فیس بک ٹائم لائن پر روزنامہ الفضل آن لائن بلاناغہ پوسٹ کر رہا ہے۔ قارئین کا عمومی مزاج تازہ شمارہ پڑھنے کا ہوتا ہے اس لئے میں ہر الفضل کم سے کم تین دن تک اپنی ٹائم لائن پر رکھتا ہوں۔ ایک سافٹ ویئر سے پی ڈی ایف کو امیجز میں تبدیل کر کے اپنی ٹائم لائن پر اپ لوڈ کرتا ہوں تا کہ ایک تو پڑھنے میں آسانی رہے اور دوسرا لوگوں کو بھی آگے فارورڈ کرنے میں سہولت رہے۔ میری فیس بک ٹائم لائن پر فرینڈز کی مد میں 4,827 افراد اور فالوورز کی مد میں 453 افراد ہیں یہ تعداد پانچ ہزار سے زائد ہے۔ الحمد للہ! جس الفضل کو دبانے کی کوشش کی گئی تھی وہ اب پہلے سے بہت زیادہ آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے اور دنیا بھر سے احمدی اس سے نہ صرف استفادہ کرتے بلکہ اپنی روحانی پیاس بجھا رہے ہیں۔

میں الفضل کی وساطت سے قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ بھی الفضل اپنی ٹائم لائن پر پوسٹ کیا کریں جن کے کانٹیکٹس ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ شکریہ۔

جاپانی نیشنلٹی کے بعد نام میں تبدیلی

مکرم انیس رئیس مبلغ جاپان لکھتے ہیں:

جاپانی قومیت اختیار کرنے کے بعد خاکسار کا نام انیس احمد ندیم کی بجائے انیس رئیس ہوگیا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خاکسار کا نام رئیس احمد تجویز فرمایا تھا لیکن نام کا خط تاخیر سے ملنے کی وجہ سے رئیس احمد نام نہ رکھا جا سکا۔ جاپانی نیشنلٹی کے حصول کے وقت یہ تفصیل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کی گئی اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ’’انیس رئیس‘‘ نام اختیار کیا گیا ہے۔ آئندہ سے مجھے اس ’’انیس رئیس‘‘ سے پکارا اور لکھا جائے۔ جزاکم اللہ خیرا

احباب کی خدمت میں دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نام میں تبدیلی ہر لحاظ سے مبارک فرمائے اور جاپان میں اشاعتِ اسلام کی راہیں آسان تر ہوتی چلی جائیں۔ آمین

آج کی دعا

غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۲۸۶﴾

(البقرہ: 286)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں۔ اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

یہ قرآن مجید کی بخشش کی دعا ہے۔ یہ دعا سورۃ البقرہ کی آخری آیات میں سے ہے۔

سورۃ البقرہ کی آخری آیات کی احادیث میں بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ جو بھی ان دعاؤں کے ذریعہ سے خدا سے مانگتا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انہوں نے اوپر سے ایسی آواز سنی جیسی دروازہ کھلنے کی ہوتی ہے تو انھوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا: آسمان کا یہ دروازہ آج ہی کھولا گیا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا، اس سے ایک فرشتہ اترا تو انھوں نے کہا: یہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا، اس فرشتے نے سلام کیا اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہا: آپ کو دو نور ملنے کی خوشخبری ہو جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: (ایک) فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) اور (دوسری) سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ آپ ان دونوں میں سے کوئی جملہ بھی نہیں پڑھیں گے مگر وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن و مایتعلق بہ باب فَضۡلِ الۡفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ وَالۡحَثِّ عَلىٰ قِرَآءَةِ الۡاٰيَتَيۡنِ مِنۡ اٰخِرِ الۡبَقَرَةِ حدیث: 1877)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ’’سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں، جو شخص رات میں انہیں پڑھے گا وہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔‘‘

(صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن و مایتعلق بہ باب فَضۡلِ الۡفَاتِحَةِ، وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ، وَالۡحَثِّ عَلَى قِرَاءَةِ الۡآيَتَيۡنِ مِنۡ آخِرِ الۡبَقَرَةِ حدیث: 1878)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ایڈیٹر کے نام خط

- مکرم بشارت احمد شاہد۔مبلغ سلسلہ لٹویا تحریر کرتے ہیں:

الفضل کا معیار بہت اچھا اور معیاری ہے۔معلومات سے بھر پور۔ربوہ کی کمی دور ہوگئی ہے۔اسے دیکھ کر ربوہ کا سابقہ دور یاد آجاتا ہے جب ہر روز اخبار گھر میں آتا تھا۔میں روزانہ 100سے زائد دوستوں اورعزیزوں کو اخبار بھجواتا ہوں۔اگر کسی دن تاخیر ہوجائے تو فوراً میسجز آنے شروع ہوجاتے ہیں۔جس سے اسکی مقبولیت اور چاہت کا اندازہ ہوتا ہے۔میں روزانہ ہی تقریباالفضل کے کسی ایک آرٹیکل کا قرغیز اور ازبک زبان میں ترجمہ کرکے اپنی ویب(web) پر ڈال دیتا ہوں۔جس پر جانے سے الفضل لنک تک براہ راست رسائی ہوجاتی ہے اور یوں براہ راست اخبار بھی پڑھا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ الفضل کو دن دونی رات چوگنی ترقیات عطا کرتا رہے۔

(نوٹ از ایڈیٹر)

جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً۔اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے لوگ جماعتی آرگن الفضل سے پیار اور محبت رکھنے والے دیئے ہیں کہ وہ الفضل کی اشاعت کا نئے سے نیا طریق ایجاد کرتے رہتے ہیں اور یوں الفضل دنیا کے کونے کونے میں پیغام حق پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔امید ہے باقی قارئین جن کو دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں مہارت حاصل ہے اس ذریعہ کو اپنا کر پیغام حق پہنچانے والے ہوں گے۔اس سے قبل مکرمہ ڈاکٹر امینہ طارق نے امریکہ سے بعض حصوں کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کیا تھا۔کان اللہ معھم ۔

درخواستِ دعا

- مکرمہ سعیدہ خانم۔سسکاٹون، کینیڈا سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں:

چند روز پہلے خاکسار کے بھتیجے مکرم مقصود احمد کی گاڑی کا یہاں سسکاٹون میں ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا جس میں اللہ تعالی کے خاص فضل سے معجزانہ طور پر ان کی تو جان بچ گئی مگر چوٹیں کافی آئی ہیں۔گاڑی کا بھی بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔قارئین الفضل سے ان کی مکمل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے نیز اللہ تعالی ان کو ہر طرح کی مشکلات اور پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

اعلانِ ولادت

- مکرم طاہر احمد ظفر جماعت Wittlich۔جرمنی اعلان کرواتے ہیں:

اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عزیزم اعجاز مبشر احمد ظفر بلوچ(وقف نو) اور بہو عزیزہ طیبہ ظفر بلوچ کو مورخہ 29اپریل 2021ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔نومولود کا نام آیان احمد ظفر تجویز ہوا ہے۔اور یہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔الحمد للہ

نومولود مکرم مجید اللہ خان بلوچ کا نواسہ اور خاکسار کا پوتا ہے۔ قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے باعمر،صالح،خادم دین،خلیفہ ٔوقت کی اطاعت کرنے والا،نافع الناس وجود اور والدین کے لیے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

- مکرم محمد ریحان مربی سلسلہ اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ 02 ستمبر 2021ء کو خاکسار کو دوسرے بیٹے عزیزم حسّان احمد فراز سے نوازا ہے۔عزیزم وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔نومولود، مکرم محمد رفیق کا پوتا اور مکرم محمد حسین مرحوم آف کوٹلی کا نواسہ ہے۔قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالی نومولود کو نیک، خادم دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

مامور من اللہ کی مخالفت کوئی نئی بات نہیں ہے

ابتدائے آفرینش سے جب سے خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ہے لوگوں میں سے ایک گروہ نے اللہ کے پیاروں کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ ان پر کفر و ارتداد کے فتوے لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔

’’یعنی ہائے کتنا افسوس ہوتا ہے ان بندوں پر کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انسان انہیں راہِ حق کی طرف بلاتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ذلّت و حقارت کا سلوک کرتے ہیں۔‘‘

(سورۃ یٰسٓ:29)

مرسلہ:بشریٰ نذیر آفتاب۔سسکاٹون، کینیڈا

سانحہ ارتحال

- مکرم زبیر خلیل خان۔صدر جماعت بینز ہائیم جرمنی یہ افسوس ناک اطلاع دیتے ہیں:

مورخہ 21 ستمبر 2021ء کو ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست مکرم محمد احمد صاحب جماعت Bensheimہارٹ اٹیک ہونے کے باعث بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔وفات کے وقت انکی عمر ساٹھ برس تھی۔آپ محترمہ مبارکہ شاہین صاحبہ کے بڑے بھائی تھے۔آپ کی نماز جنازہ مورخہ 23 ستمبر 2021ء کو مسجد بشیر بینز ہائیم میں ادا کی گئی۔مربی سلسلہ مرتضیٰ منان صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مورخہ 24 ستمبر 2021ء کو مربی سلسلہ مکرم محمد الیاس منیر نے فرینکفرٹ کے قبرستان میں نماز جنازادا کی اور تدفین عمل میں لائی گئی۔جنازے میں کثیر تعداد میں احباب و خواتین شامل ہوئے۔محمد احمد صاحب (مرحوم) شیخ ممتاز رسول صاحب (مرحوم) کے بیٹے تھے۔آپ 1986ء میں جرمنی تشریف لائے تھے۔ایک طویل عرصے سے مختلف عوارض کا شکار تھے، لیکن اسکے باوجود بہت محنت اور ہمت سے زندگی گزاری۔اللہ اور رسول کریمؐ سے بے پناہ محبت کرنے والے اور خلافت سے بے پناہ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے تھے۔اپنی والدہ محترمہ کی بھی لمبا عرصہ خدمت کی۔اہلیہ اور بچیوں کا بے پناہ خیال رکھنے والے اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ہر دل عزیز شخصیت ہونے کے باعث اپنے علاقے میں کافی معروف تھے۔آپ نے بطور صدر جماعت ببرا اور صدر جماعت بینز ہائم خدمت کی توفیق پائی۔اسی طرح جب مسجد بشیر بینز ہائم کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو بحیثیت زعیم مجلس انصار اللہ بینز ہائم مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب میں اینٹ بھی رکھنے کی سعادت پائی تھی۔مرحوم نے پسماندگان میں والدہ اور اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور بارہ بہن بھائی سوگوار چھوڑے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرماتے ہوئے،انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ضعیف والدہ، اہلیہ، بیٹیوں اور سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

طلوع وغروب آفتاب

14اکتوبر2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:00	17:57
مدینہ منورہ	05:01	17:56
قادیان	05:10	17:58
ربوہ	04:50	17:37
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:55	18:12